پیغمبر ایک روحانی پیشوا یا سیاسی لیڈر؟ ایک مستشرق کا نقطہء نظر

فاطمہ نورین*

Abstract

Richard Bonney believes that the messenger should be a spiritual guide instead of being a political leader. He further states that it is obligatory for a prophet or messenger to promote and maintain peace in the world. If he gives instructions for war and teaches warfare then it is nothing but a preposterous contradiction from his designated duties. This is one of the many objections raised by the orientalists on Muhammad (PBUH), the last prophet of Allah Almighty. He says that the state established by Muhammad was a mere coincidence and its political management was according to the need of the times. It should not have been made a basis for Jihad by the Muslims succsessors beacuse Muhammad had no intention to gain any victories through war. Also he did not leave any political Sunnah for his followers. Further he says that prophethood and kingship are two entirely different things. The present article endeavours to refute the claims and objections raised by Richard Bonney against the Holy Prophet Muhammad (PBUH) on the basis of Quran-o-Sunnah with logical arguments and historical facts. In this article, it has been proved that the real purpose behind the prophethood of Muhammad (PBUH) was to promote and implement a just system of governance for which the establishment of a state was mandatory. According to the ordinance of Allah, it is obligatory on every Muslim to follow the Sunnah of Muhammad (PBUH). This article also clarifies that prophethood and kingship are not different but are infact two integrated facets in the implementation of Islamic system of governance.

Keywords: Spiritul Guide, Political Leader, Peace, War, Establishment of State, Victories, Just System, Prophethood, Political Sunnah, Governance

رچرڈ بونی کا اعتراض ہے کہ پیغمبر ایک روحانی پیشوا ہوتا ہے نہ کہ سیاسی لیڈر؟ وہ دنیا میں امن اور خوشحالی قائم کرنے کے لیے رحمت بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ اگر وہ جنگ کی سنت قائم کرے تو یہ ایک احمقانہ تضاد ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے دور میں جو ایک ریاست قائم کی تھی وہ ایک حادثاتی واقعہ تھا، اور ان کے اس دور کے سیاسی اقدامات اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے تھے، نہ کہ اس لیے تھے کہ مسلمان ان کو بنیاد بنا کر جہاد (فی سبیل اللہ) کا آغاز کر دیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیات، سنٹر فار انڈر گریجوایٹ سٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

کیونکہ محمد ﷺ کا تو کوئی فتوحات کا ارادہ بھی نہ تھا، اور نہ ہی محمد ﷺ نے اپنے پیروں کاروں کے لیے کوئی ایسی سنّت چھوڑی ہے، بلکہ نبوت و حکومت دو مختلف شعبے ہیں۔

اس تحقیقی مقالہ میں رچرڈ بونی کے ان خود ساختہ ،بے بنیاد اعتراضات کا قرآن و سنت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں مدلل جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے، اور ثابت کیا گیا ہے کہ بعثت محمدی کا مقصد عالم دنیا میں ایک عادلانہ منصفانہ دین حق (لیظہرہ علی الدین کلہ) کا نفاذ ہے، جس کے لیے ایک ریاست کا قیام ناگزیر عمل ہے۔ حکم الہی کے مطابق محمد ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونا ساری مسلم امہ کیلیے لازمی ہے۔ نبوت و حکومت دو مختلف شعبے نہیں ہیں، بلکہ دین حق (اسلامی نظام) کے نفاذ کے دو عملی پہلو ہیں۔

رچرڈ بونی لکھتا ہے کہ رسول ﷺ (اکرم) ایک روحانی پیشوا تھے نہ کہ کوئی سیاسی لیڈر؟۔ انہوں نے حق کا نعرہ بلند کیا اور ان کا اصول تھا۔

"Right is Right" انہوں نے صرف دفاعی جنگ کی تھی یا پھر اس صورت میں جب جنگ کے سوا کوئی چارا نہ تھا۔

"To think that the prophet who had been raised among mankind to bring peace and happiness to them and sent to them as a mercy (Q.21:107) would establish a Sunnah of war, is simply preposterous and a contradiction in terms."[1]

یہ بات سوچنا کہ پیغمبر جنہیں لوگوں کے درمیان امن اور خوشحالی قائم کرنے کیلیے مبعوث فرمایا گیا ہے اور انہیں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، وہ جنگ کی سنت قائم کریں گے یہ ایک احمقانہ تضاد ہے۔[2]

رچرڈ بونی اسلام کے ماننے والوں کو اپنے مشورے سے نوازتے ہوئے لکھتا ہے:

"Islam must progress in the world as an independent spiritual and moral force, conquering not lands, rivers and mountains but the heart and souls of men." [3]

" اسلام کو دنیا میں ایک خود مختار روحانی طاقت کے طور پر ترقی کرنا چاہیے جو انسانوں کے دلوں اور روحوں کو فتح کرے نہ کہ زمینوں دریاؤں اور پہاڑوں کو۔ "

---

[1] Richard Bonney: Jihad from Quran to Bin Laden, (UK: Palgrave Macmillan), 42.
[2] *Al-Qur'āni*, *Al-Anbiyaa*:107
[3] Ibid; 32.

اسلامی ریاست کی تشکیل، اسلامی جہاد اور رچرڈ بونی کا نقطہ ء نظر:

رچرڈ بونی ایک نام نہاد مسلم سکالر قمر الدین کے حوالے سے اسلامی ریاست کی تشکیل ،دورِ رسالت کے سیاسی اقدامات اور اسلامی جہاد کے ضمن میں رقمطراز ہے:

“In Islamic history Khan contends, 'the Muslim state has often been equated with the Islamic faith, and it is asserted that the one exists for the other, this attitude has given the impression that Islam is a political device rather than a moral and a spiritual force. The reality is quite different, Khan asserts. The state was a circumstantial event, it did not follow a set pattern, divine or human, but grew out of history; .... The Quran enjoins incessant struggle until the whole world has been submitted to the message of Muhammad. But the struggle is to be done by da,wah [persuation and Preaching] Resort to force is allowed only as a deffensive or self-protective measure....."[4]

رچرڈ بونی، بحوالہ قمر الدین خان لکھتا ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے دور رسالت میں جو سیاسی اقدامات کئے تھے وہ اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے تھے وہ اس لیے نہیں کہ ان کو بنیاد بنا کر جہاد کیا جائے۔ اس کے نزدیک اسلامی ریاست کا قیام حادثاتی واقعہ ہے۔ قرآن اس وقت تک اشاعت اسلام کی جدوجہد (جہاد) کو جاری رکھنے کی تلقین کرتا ہے کہ جب تک پوری دنیا کے لوگ محمد ﷺ کے دین کی دعوت (اسلام) کو قبول نہ کرلیں۔ مگر یہ جدوجہد تبلیغ کے ذریعے کی جائے گی (نہ کہ جہاد بالسیف کے ذریعے) اسلام میں صرف دفاعی جہاد کی اجازت ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے:

"The Prophet did indeed establish a political regime, but this was 'incidental' to his historical situation, and not the essential aim of his prophetic mission. The Quran thus provides a set of Islamic value and not the structure of state."[5]

رسول (اکرم ﷺ) نے جو ریاست تشکیل دی تھی وہ تاریخی حالات کا نتیجہ تھا اور اس میں ایسا کوئی مقصد پوشیدہ نہیں جو نبوی مشن کے لیے ضروری ہو کیونکہ قرآن تو صرف اخلاقی اقدار کا ایک مجموعہ مہیا کرتا ہے نہ کہ ریاستی تشکیل کا ڈھانچہ؟

---

[4] Jihad from Quran to Bin Laden: 32-33.
[5] Ibid; 32.

اسلامی ریاست کے قیام کے بارے میں رچرڈ بونی لکھتا ہے۔

"The Prophet, he claimed, left no political Sunnah for Muslim Ummah for the function of Prophethood and kingship is, entirely different. Islam has prescribed no principal of state or form of government [6]

رچرڈ بونی کا دعویٰ ہے کہ رسول (ﷺ) نے امت مسلمہ کے لیے کوئی سیاسی سنت نہیں چھوڑی کیونکہ نبوت اور بادشاہت دو بالکل مختلف شعبے ہیں۔ اسلام کسی قسم کا حکومتی اور سیاسی اصول بیان نہیں کرتا۔

اسلامی فتوحات کے بارے میں رچرڈ بونی لکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں فتوحات کو کائی ارادہ نہ تھا اور وہ اس ضمن میں سوال کرتا ہے۔

"Did the Prophet envisage or plan for the expannssion of Islam beyond Arabia"?[7]

کیا پیغمبر (رسول اکرم ﷺ) اسلام کی اشاعت اور وسعت کا عرب سے باہر بھی کوئی تخیل رکھتے تھے؟

"Was it true as the first theoretician of Jihad, Abdullah Ibn al Mubark, claimed nearly 150 years after the prophet's death, that Muhammad's sole mission was Jihad? The words attributed to the prophet were that he was sent with the sword before the Hour [of Resurrection], that his subsistence was laid down for him under the shadow of [his] spear, while humility and debasement were imposed on those who opposed him." [8]

عبد اللہ بن مبارکؒ جو جہادی نظریات رکھنے والی شخصیت کے حامل ہیں، وہ اس ضمن میں حدیث پیش کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کی زندگی کا مقصد جہاد تھا، ان کا یہ دعویٰ آنحضور ﷺ کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد منظر عام پر آیا ہے۔ پیغمبر (ﷺ) کی طرف جو الفاظ منسوب ہیں وہ یہ ہیں کہ مجھے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک (تمام لوگ) اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اللہ جس کا کوئی شریک نہیں اور میرا رزق نیزے کے سائے میں رکھ دیا گیا ہے اور جو میری بات کی مخالفت کرے گا تو ذلت رسوائی اس کا مقدر ہے۔

انبیاء علیہ السّلام کی بعثت کا مقصد:

رچرڈ بونی کا اعتراض کہ پیغمبر صرف ایک روحانی پیشوا ہوتا ہے وہ کسی مملکت کا فرماں روا اور سیاسی لیڈر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان کی اپنی تاریخ میں حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ

---

[6] Ibid; 42-43.
[7] Ibid; 47.
[8] Ibid; 45.

ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ اور حکمران بھی تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ پیغمبر دنیا کے لیے رحمت اور لوگوں کے درمیان امن اور خوشحالی قائم کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے وہ جنگ کی سنت قائم کرے یہ احمقانہ تضاد ہے۔ قرآن مجید رسولوں کی بعثت کا بنیادی مقصد اس طرح بیان کرتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ[9]

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کیلیے منافع ہیں یہ اس لیے کیا گیا کہ معلوم ہو جائے کہ کون اللہ کو دیکھے بغیر اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا زبردست ہے"۔[10]

سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں اس مختصر سے فقرے میں اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے مشن کا پورا لبِ لباب بیان کر دیا ہے۔۔۔ انبیاءؑ کے مشن کو بیان کرنے کے معاً بعد یہ فرمانا کہ ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کیلیے منافع ہیں خود بخود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی اور جنگی طاقت ہے اور کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض سکیم پیش کرنے کیلیے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بات بھی اس مشن میں شامل تھی کہ نظام عدل عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہو سکے اور اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جا سکے اور مزاحمت کرنے والا کا زور توڑا جائے۔[11]

اس آیہ مبارکہ میں وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْد سے مراد، اور ہم نے لوہا بھی اتارا ہے، اس میں شدید جنگی صلاحیت ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں۔ "یہ عریاں ترین انقلابی عبارت ہے"[12] اللہ تعالی کے نازل کردہ نظام عدل وقسط کے نفاذ کے لیے جب انقلاب اپنا راستہ بنائے گا، تو باطل نظام کے مراعات یافتہ، مخلوق خدا پہ ظلم ڈھانے والے لوگ، اس کے محافظ بن کر میدان میں راستہ روکنے کے لیے آ کھڑے ہوتے ہیں، تو باطل کا سر کچلنے کے لیے جنگ ایک ناگزیر عمل ہے۔

---

[9] الحدید: ۲۵

[10] تفہیم القرآن، ۵: ۲۲۱

[11] تفہیم القرآن: ۵: ۲۲۱ تا ۲۲۲

[12] اسرار احمد، ڈاکٹر، **بیان القرآن**، (خیبر پختونخواہ پشاور: انجمن خدام القرآن)، ۷: ۱۴۹

نبی اکرم ﷺ ایک کامل روحانی پیشوا اور سیاسی حکمران ہیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی جن پر سلسلہ نبوت پایہ تکمیل تک پہنچا اور جس دین اسلام کی ابتداء سیدنا آدمؑ سے ہوئی تھی وہ آپ ﷺ پر مکمل ہوئی۔ انبیاء علیہم السلام کے عظیم الشان سلسلے میں صرف آپ ﷺ ہی کیلیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه[13]

"وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول اللہ ﷺ کو الھدیٰ کے ساتھ اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اس کو پورے کے پورے نظام زندگی (دین) پر۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت تا قیامت ہے اور آپؐ کی بعثت کا مقصد دین حق کو پوری دنیا پر غالب کرنا ہے۔ اسلام ایک دین (نظام) ہے[14] اس کے نفاذ کے لیے ایک صالح معاشرے کا قیام ناگزیر اور حکومت کا ہونا لازمی ہے۔ "آپ ﷺ کی حکومت دینی حکومت تھی اور اس کا مقصد دعوت دین، اصلاح اخلاق، اور تزکیہ نفس تھا"۔[15] ایک کامیاب حکمران بننے کے بعد آپ ﷺ کی روحانیت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی آپ ﷺ اپنی امت کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے اور ان کا تزکیہ نفس فرماتے رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے کامل روحانی پیشوا ہونے کی گواہی خود خدائے بزرگ وبرتر نے دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[16]

"وہ ذات پاک جس نے امیین ہی میں سے ایک رسول پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں اس سے پہلے وہ لوگ بڑی گمراہی میں تھے۔"

آپ ﷺ کی ہمہ گیر شخصیت ہر لحاظ سے کامل ہے اس کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں (الفضل ماشھدت به الاعداء) یعنی اصل فضیلت تو وہ ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کریں مستشرقین میں سے ڈاکٹر مائیکل

---

[13] التوبہ: ۳۳، الفتح: ۲۸، الصف: ۹

[14] ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران: ۱۹)

[15] عزام بک، عبدالرحمن، **تاجدار دوعالم**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، س ن)، ۱۶۱

[16] الجمعہ: ۲

ھارٹ(Dr Micheal Hart 1932) لکھتا ہے "پوری انسانی تاریخ میں صرف اور صرف ایک ہی انسان (The only man)جو دونوں میدانوں میں (روحانی اور سیاسی) انتہائی کامیاب اور انتہائی بلندی پر ہے"[17]

"He was the only man in history who was supremely successful on both the religiousand secular level"[18]

روحانی لحاظ سے آنحضور ﷺ سید الانبیاء ہیں اور سیاسی لحاظ سے آپ ﷺ ایک مثالی کامیاب حکمران ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات یہ نشاندہی کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حاکم ہیں، یہ فرمانروائی کا منصب آپ ﷺ کو بحیثیت رسول عطا ہوا ہے۔ ایسا نہیں کہ آپ ﷺ خود ریاست قائم کرکے حاکم بن بیٹھے ہوں یا لوگوں نے آپ ﷺ کو منتخب کرکے فرماں روا بنا دیا ہو۔ رسالت سے علیحدہ آپ ﷺ کی فرمانبرداری کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا رسول ہونا ہی آپ ﷺ کے حکمران ہونے کی دلیل ہے بطور حاکم آپ ﷺ کی فرمانبرداری عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے قرآن حکیم کی کثیر التعداد آیات میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کا تذکرہ موجود ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ[19]

---

[17] ڈاکٹر مائیکل ھارٹ کا یہ جملہ بہت گھمبیر اور بڑا ہی معنی خیز ہے، لیکن اسے سمجھنے کیلئے یہ سمجھنا ہوگا کہ اس وقت کی عالمی فضا میں انسانی زندگی کو دو جداگانہ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ایک گوشہ مذہب کا ہے جو انفرادی ہے جس میں مراسم عبودیت کے علاوہ کچھ سماجی رسومات(Social custms) ہیں جن کا اجتماعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری طرف معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کا تعلق سیکولر میدان سے سمجھا تا ہے جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کا فیصلہ لوگوں کی اکثریت پر منحصر ہے جو وہ طے کرلیں وہ سماجی اقدار کے طور پر فروغ پا جائیں گی۔ گویا سماجی، معاشی یا سیاسی معاملات میں سے کسی کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ Secular field of lifeمیں ان معاملات کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اب اصل بات ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں جتنی عظیم شخصیات ہیں اگر وہ ایک پہلو سے بلندی کی حامل ہیں تو دوسری طرف ان سرے سے کوئی مقام ہی نہیں، ممکن ہے وہ کسی معاملے میں صف اول پر ہوں مثلاً مشرق میں گوتم بدھ اور مغرب میں سیدنا حضرت مسیحؑ دونوں کی مذہب اور روحانیت کے میدان میں پیروکاروں کی تعداد کے اعتبار سے کتنی عظمت ہے لیکن سیاست، ریاست اور ملکی معاملات میں ان کا کوئی مقام اور حصہ نہیں ہے اس کے برعکس دوسری طرف اٹیلا اور سکندر اعظم یہ سیکولر میدان تو بڑی بلندی پر ہیں لیکن مذہبی اعتبار سے انتہائی پستی کا شکار ہیں بلکہ ان کیلئے صفر کی بجائے کوئی منفی قدر(minus value)لانی پڑے گی۔

[18]Michael H Hart"The 100 A Ranking of the most influential Person in History" (USA: Simon & Schester, 1980), 3.

[19]النساء:۶۴

"اور ہم نے تمام پیغمبروں کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ حکم خداوندی کے تحت ان کی اطاعت کی جائے "

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہ[20]

"جس نے رسول کی اطاعت یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

مَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّ لَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ مِنۡ اَمۡرِہِمۡ وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا[21]

"کسی ایمان دار مرد اور کسی ایماندر عورت کو گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا حکم دیں تو پھر ان مومنین کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

آپ ﷺ کے حکمران ہونے کی حیثیت سے۔ قرآن پاک نے آپ کی اسلامی ریاست کا مقصد متعین کر دیا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ[22]

"وہ لوگ جنہیں اگر ہم اقتدار بخش دیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے (زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے) معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں گے۔"

آپ ﷺ کی حکومت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی زمین پر دین حق کو قائم و غالب کرتے ہوئے رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد نسلی اور خاندانی عصبیت کی بجائے دینی وحدت اور وحدت نسل انسانی پر تھی۔ نبی اکرم ﷺ ایک کامیاب روحانی پیشوا، ایک عظیم لیڈر اور حکمران ہیں۔ ایک بہترین روحانی پیشوا ہونے کی حیثیت سے "حضور اکرم ﷺ انسان کو ایسی تربیت مہیا کرتے ہیں کہ انسان ہر لمحہ اپنے رب سے خاص تعلق رکھتا ہے اور تعامل الٰہی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے اس میں خشیت الٰہی اور محبت رب کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

---

[20] النساء: ۶۴

[21] الاحزاب: ۳۶

[22] الحج: ۴۱

دیے ہوئے منہاج کی جانب رجوع کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔اس کی خلوتیں ہوں یا جلوتیں، عبادت ہو یا عملی جدوجہد، صنعت و تجارت کی مصروفیت ہو یا کاروبار سیاست، صلح و آشتی کے لمحات ہوں یا نزاع وجنگ کے اوقات، اس تعلق کی معراج یہ ہے کہ حبِّ الٰہی ہر حال میں غالب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمام محبتوں پر غالب آنا ہی اس تعلق کا فطری نتیجہ ہے۔[23]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [24]

"اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ہمسر ٹھہراتے ہیں جن سے وہ اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے محبت کرنی چاہیے لیکن جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہیں۔"

رسول اکرم ﷺ ایک کامیاب لیڈر اور حکمران ہونے کی حیثیت سے متقی، پرہیز گار، عظیم مدبّر و منتظم بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے حسن تدبر اور حسن انتظام سے روئے زمین پر ایک ایسی مثالی سلطنت قائم کی کہ جس میں اخوت و محبت سے شیر وشکر ایسا معاشرہ قائم کیا کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی آپ ﷺ نے یہ کارنامہ کیسے ماحول میں اور کن حالات میں سرانجام دیا ؟اس کے بارے میں موسیو گال لیبام لکھتا ہے:

"ساری دنیا کا ماحول فتنہ وفساد کے سیاہ بادلوں کی لپیٹ میں تھا۔۔عالم ارضی کی فضا بے اطمینانی کی وحشت سے تاریک تھی دنیا کے ہر خطے میں انسان اچھے ذرائع اختیار کرنے کی بجائے بدی وشرارت کے وسائل پر اعتماد کرتا تھا۔ امن و اطاعت پر جنگ اور میدان جنگ کو فوقیت حاصل تھی۔ مال غنیمت سے خزانوں کو بھرنا، قوموں، شہروں اور شرفاء پر غارت گری کرنا ایسے کارنامے تھے جو اس دور کی تاریخ میں چھائے ہوئے تھے"۔[25]

ان حالات میں آپ ﷺ نے عدل و انصاف والے ایک صالح نظام حکومت کی بنیاد رکھی جس کا اعتراف معتدل مزاج مستشرقین بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ بازورتھ (Borworth) رقمطراز ہے:

---

[23] علوی، خالد، ڈاکٹر، **انسان کامل**، (الفیصل ناشران قرآن طبع دوم، ۲۰۰۰ء)، ۲۶۴

[24] البقرہ:۱۶۵

[25] بحوالہ حامد الانصاری، مولانا، **اسلام کا نظام حکومت**، (دہلی: ۸۳ ندوہ المصنفین، ۱۹۶۴ء) ، ۸۲

”محمد (ﷺ) مذہبی راہنما ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ریاست کے سربراہ بھی تھے اگرچہ آپ ﷺ کو قیصر اور پوپ (دونوں کا اقتدار) کی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن آپؐ نے پوپ کی طرح جھوٹے فخر و غرور کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی قیصر کی طرح کوئی فوج آپ ﷺ کے ساتھ تھی نہ کوئی محافظوں کا پہرہ تھا، نہ کوئی محل تھا اور نہ ہی کوئی مقررہ روزگار (آمدنی) تھا۔ اگر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکومت کرنے کا حق نصیب ہوا ہے تو وہ محمد ﷺ تھے اگرچہ انہیں مکمل اقتدار (اقتدار مطلق) حاصل تھا مگر اس کے ظاہری اسباب اور مادی سہارے بالکل نہیں تھے“۔[26]

اتنی عظیم الشان عادلانہ نظام پر مبنی ریاست کا قیام کیا حالات کا نتیجہ تھا؟ رچرڈ بونی کی بات یہاں تک تو حقائق کے مطابق ہے کہ ہمارے پیغمبر حضور اکرم ﷺ نے حق کا نعرہ بلند کیا، اور آپ ﷺ کا اصول تھا "Right is Right"

اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا   اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ﷺ   عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی[27]

لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف دفاعی جنگ لڑی ہے یہ بات تاریخی حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ دین حق کے نفاذ کے لیے آپ ﷺ نے اقدامی جہاد بھی کیا، ان شاء اللہ اس حقیقت کو بھی تاریخی دلائل کے ساتھ اس کے موقعہ پر واضح کیا جائے گا مگر اس کے قول کا دوسرا حصہ بالکل ٹھیک اور حقیقت کے مطابق ہے کہ آپ ﷺ نے صرف اس صورت میں جنگ کی کہ جب جنگ کے سوا کوائی چارہ نہ تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لاَ تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ سءَلُوا اللّٰهِ الْعَافِيَةِ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السِّيُوْف[28]

”دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو بلکہ اللہ سے امن و عافیت کی دعا کیا کرو مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے پھر جم کر لڑو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“

---

[26] R. Bos Worth Smith:" Mohammad and Mohammaedanism:"

[27] حالی، الطاف حسین، مولانا، **مسدس حالی**، (لاہور: ۱۵ تاج کمپنی لمٹڈ، س ن)

[28] البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ ” الجامع الصحیح“ **کتاب الجہاد، باب لاتتمنوا لقاء العدو**، (الریاض: دارالاسلام للنشروالتوزیع، ۱۹۹۹م) حدیث: ۲۵۳۰؛ ابوداؤدسلیمان بن اشعث ”السنن“ **کتاب الجہاد**، باب کراھیۃ لقاء العدو (مطبعہ السعادہ ۱۹۹۸م)، ۳: ۹۶

مستشرقین بڑے غیر محسوس انداز میں حق میں باطل کی ملاوٹ کرتے ہوئے غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَلْبِسُونَ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ وَتَكْتُمُونَ ٱلْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ [29]

"اے اہلِ کتاب تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کیوں کرتے ہو اور حق کو کیوں چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو۔"

اسلامی تعلیمات کی رو سے جنگ صرف دو صورتوں میں ضروری ہو جاتی ہے ایک دفاع اور دوسرے اصلاح یعنی اقدام۔[30] رچرڈ بونی کے قول کا پہلا حصہ غلط بیانی اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ آنحضور ﷺ کے تمام غزوات میں سے غزوہ احد اور احزاب کے علاوہ باقی تمام غزوات میں مختلف مقاصد کے حصول کیلیے آپ ﷺ کو از خود اقدامات کرنے پڑے مثلاً دشمن کو عہد شکنی کی سزا دینے کیلیے فتح مکہ اس کی واضح مثال ہے۔ اسی طرح سفیر کے قتل کا بدلہ لینے کیلیے جنگ موتہ لڑی گئی، دین اسلام کو غالب کرنے اور کفر و شرک کے خاتمہ کیلیے آپ ﷺ نے اقدامی جہاد کیا، جنگ خیبر اس کی نمایاں مثال ہے۔ سرحدوں کی حفاظت اور پیشگی تحفظ کیلیے غزوہ تبوک، علامہ ابن کثیر کے نزدیک یہ اقدامی جہاد ہے۔[31]

رچرڈ بونی کا یہ اعتراض بڑا اچھا اور دل پہ اثر انداز ہونے والا لگتا ہے کہ "پیغمبر لوگوں کے درمیان امن خوشحالی قائم کرنے کیلیے اور دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے وہ جنگ کی سنت قائم کریں؟ یہ احمقانہ کھلا تضاد ہے۔

بلاشبہ آپ رحمۃ للعٰلمین ہیں، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ [32]

"اے پیغمبر ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسلامی معاشرے کا ایک اہم اصول ہے جس میں سب سے مقدم و محترم انسانی جان ہے (اسلامی احکام کے مطابق: الّا بالحق) جب انسانوں میں سے کچھ ہوائے نفس کے بندے بن کر عدل و انصاف کو مٹا کر بے گناہ لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے لگ جائیں، ان میں بعض دھن دولت کے لالچی ہوتے ہیں غریب قوموں پر ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی

---

[29] آل عمران: ۷۱

[30] **الجہاد فی الاسلام**، (ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۱ء)، ۳۸

[31] ابن کثیر، **البدائیہ والنہائیہ**، (مصر: مکتبہ ملکیہ، ۱۴۳۷ھ)، ۲: ۵

[32] الانبیاء: ۱۰۷

تجارت اور صنعتوں کو برباد کرتے ہیں۔ ان کی محنت کی کمائی کو طرح طرح کی چالاکیوں سے لوٹ کر خزانے بھرتے ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن پر جہانگیری و اقتدار کا بھوت سوار ہوتا ہے وہ اپنی کشور کشائی اور وسعت اقتدار کیلیے قوموں کی آزادیاں سلب کرتے ہیں، مخلوق خدا کا خون بہاتے ہیں، آزاد انسانوں کو غلامی کا طوق پہناتے ہیں جو تمام اخلاقی مفاسد کی جڑ ہیں ان حالات میں جنگ جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتی ہے، اس وقت انسانیت کی عظیم خدمت یہی ہوتی ہے کہ ایسے شر پسند عناصر کا خاتمہ کر دیا جائے کیونکہ یہ فتنہ پرواز لوگ در حقیقت انسانیت کے جسم کا ایسا ناسور ہیں جس میں زہریلا اور فاسد مادہ بھر چکا ہے، اب ایسے لوگوں کا باقی رہنا اللہ کی زمین کو فتنہ فساد سے بھر دینے کے مترادف ہے، جب ایسے لوگ وعظ و تلقین سے راہ راست پر نہیں لائے جا سکتے تو ایسی صورت میں جنگ (قتال فی سبیل) کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا تو یہ آپ ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ مخلوق خدا کو ایسے ظالموں سے نجات دلوائیں۔ اور آپ ﷺ نے یہ سنت قائم کی ہے کہ رہتی دنیا تک جب بھی کوئی ایسا گروہ، یا کوئی قوم جن پر دھن دولت کی ہوس، اقتدار اور کشور کشائی کا بھوت سوار ہو گا، اس غرض کیلیے وہ بے گناہ انسانوں کو غلامی کا طوق پہنائیں گے اور ان کا خون بہائیں گے تو مسلم امہ کا اولین فرض ہو گا کہ مخلوق خدا کو ایسے ظالموں سے نجات دلوائے۔

جنگ کی حکمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا[33]

"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹاتا تو صوامع اور گرجے، معابد اور مساجد جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے مسمار کر دیے جاتے۔"

قرآن حکیم کی پہلی آیت جس میں مسلم امہ کو (قتال فی سبیل اللہ) جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ---[34]

"اجازت دے دی گئی ہے ان (مسلمانوں) کو جنگ کی کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔"

---

[33] الحج: ۴۰

[34] الحج: ۳۹

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے خلاف محض اپنے دفاع ہی کیلیے (قتال فی سبیل اللہ) جنگ کا حکم نہیں دیا بلکہ سورۃ النساء میں کمزور بے بس لوگوں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑانے کی بھی تلقین کی۔

وَ مَا لَکُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ ہٰذِہِ الۡقَرۡیَۃِ الظَّالِمِ اَہۡلُہَا وَ اجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا وَّ اجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا[35]

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر کیوں نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ ظالم و جفاکار ہیں اور ہمارے لیے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ و مددگار مقرر فرما۔"

سید ابو الاعلیٰ اس آیت مبارکہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جو جنگ مفسدوں اور ظالموں کے مقابلہ میں اپنی مدافعت اور کمزوروں، بے بسوں اور مظلوموں کی اعانت کے لیے کی جائے اللہ تعالیٰ نے ایسی جنگ کو خالص راہ خدا کی جنگ قرار دیا ہے یہ جنگ بندوں کیلیے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلیے ہوتی ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رکھنی چاہیے جب تک مخلوق خدا پر نفسانی اغراض کیلیے دست درازی اور ظلم و جبر کا سلسلہ بند نہ ہو جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَاتِلُوۡہُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ وَّ یَکُوۡنَ الدِّیۡنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ[36]

"اور ان سے لڑو (جنگ کرو) یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب آجائے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مار آستیں (منافقین) کی کمی نہیں رہی، عبد اللہ بن ابی کے جانشین ہر دور میں اپنے مفاد کی خاطر اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر سر توڑ کوششیں کرتے رہے ہیں۔

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ یَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ[37]

---

[35] النساء: ۷۵

[36] الانفال: ۳۹

[37] التوبہ: ۳۲

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ انکاری ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔"

پہلے جو جھوٹے الزامات مستشرقین گھڑتے تھے اب ان کو دہرانے کیلیے مسلمانوں ہی میں سے ایک ایسی فصل تیار ہو چکی جو مستشرقین کی جگہ مسلم امہ میں ہی گمراہیاں پھیلا رہی ہے۔ مستشرقین اسلام اور مسلم امہ کو بڑے خوبصورت خیر سگالی پر مشتمل مشوروں سے نوازتے ہیں کہ "اسلام کو دنیا میں ایک خود مختار روحانی قوت کے طور پر ترقی کرنا چاہیے جو انسانوں کے دلوں اور روحوں کو فتح کرلے، نہ کہ زمینوں، دریاؤں اور پہاڑوں کو"[38]۔ امریکہ اور یورپ کے یہی مستشرقین اگر اپنی حکومتوں کو ایسے مشوروں سے نوازتے اور انہیں ان پر عمل پیرا ہونے کیلیے آمادہ کر لیتے تو آج یہ دنیا خوفناک انسانیت کش ہتھیاروں اور اسلحہ کی دوڑ سے محفوظ ہوتی۔ آج فلسطین، افغانستان، عراق، شام میں مسلمانوں کے خون سے اس طرح ہولی نہ کھیلی جاتی۔ "گذشتہ صدی میں یورپ نے دنیا کی کمزور قوموں کو اس طرح نگلنا شروع کیا جیسے کوئی اژدھا چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ڈستا اور نگلتا ہو۔"[39] یورپی اقوام جن جن ممالک پر قابض ہوئیں وہاں وہاں چوروں اور لٹیروں والا کردار ادا کیا، برطانیہ نے ہندوستان میں اپنے قبضے کے دوران جتنی قیمتی اشیاء نظر آئیں وہ سب برطانیہ منتقل کر دیں، مسلمانوں کا خزانہ یعنی قیمتی سرمایہ، کتابیں جو آج بھی برٹش آفس انڈیا لائبریری کی زینت بنی ہوئی ہیں جن کو دیکھ کر علامہ اقبال نے بڑے دکھ بھرے دل سے فرمایا۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ[40]

اسی طرح مسلمانوں کے قیمتی ہیرے جواہرات جن میں سے اہم ترین شاہ جہاں کے تخت طاؤس پہ منقش کوہ طور، کوہ نور اور ان دونوں کے درمیان والا ہیرا جسے دنیا کا سب سے بڑا ہیرا قرار دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ دیگر بے شمار قیمتی ہیرے جواہر یہ آج بھی لنڈن ٹاور کی زینت ہیں۔[41]

مسلم امّہ کو دہشت گرد کہنے والی یورپی اقوام نے جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کے خون سے اللہ کی زمین کا چہرہ سرخ کر دیا، حالانکہ یہ دونوں جنگیں یورپ کی عیسائی حکومتوں کے درمیان لڑی

---

[38] Jihad from Quran to Bin Laden, 32.

[39] **الجہاد فی الاسلام**، ۱۵

[40] اقبال، علامہ، **بانگ درا**، خطاب بہ جوانان مسلمان، ۱۴۴، **کلیات اقبال**، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، نومبر ۱۹۸۶ء)

[41] James Mill, ‘‘the history of the British India’’ (Scottland: Biblio life LLC, 1975), 1654.1660.

گئی تھیں یہ اقتدار کی اور وسائل کے حصول کے لیے لوٹ مار کی جنگیں تھیں ،جنگ عظیم اوّل کے دوران انہوں نے مسلم امہ میں نسلی، علاقائی، قومی، لسانی، فرقہ وارانہ بیج دھو کہ دہی کے ذریعے بو کر سلطنت عثمانیہ کو ٹکروں میں بانٹ دیا، عربوں کو ظالم ترکوں سے نجات کا جھانسہ دے کر اور عربوں کی قومی حکومت کا وعدہ دے کر جس بے دردی سے عرب ممالک میں قتل وغارت کا بازار گرم کرتے ہوئے غاصبانہ قبضہ کیا، تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اس وقت ان ممالک کا کیا قصور تھا؟ آج امریکہ اور یورپ نے بنیاد پرستی، دہشت گردی کا نعرہ لگا کر افغانستان اور عراق میں ڈیزی کٹر بموں کی لامتناہی بارش برسا کر جس طرح قتل عام کیا ہے اس کے سامنے چنگیز خان، ہلاکوں خان اور ہٹلر جیسے خونخوار درندوں کے مظالم بھی کمتر معلوم ہوتے ہیں، ان لوگوں نے تو کبھی مہذیب ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا مگر امریکہ اور یورپ تو اپنی تہذیب کو انسانیت کی معراج قرار دیتے ہیں اس مہذب تہذیب کے دعویداروں کے جنگلی درندوں سے بڑھ کر مظالم انسانیت کی یہ تذلیل ؟ یہ مستشرقین اپنی حکومتوں کو کیوں نہیں ایسے مشورہ دیتے ؟جو انسانوں کے دلوں اور روحوں کو فتح کریں نہ کہ مخلوق خدا کے وسائل اور ان کے مال دولت کو ھڑپ کرنے کیلیے ان پر مسلم بنیاد پرستی، دہشت گردی کا الزام لگا کر انکا قتل عام کرتے ہوئے ان پر قابض ہو جائیں۔ ان کو سیدنا مسیحؑ کی جس تعلیم پر بڑا فخر ہے کہ شریر کا مقابلہ نہ کر، جو کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے اس کے آگے دوسرا گال بھی پیش کر دے، جو کوئی تیرا کرتہ چھینے اسے چوغہ بھی اتار دو۔[42]

آج اجتماعی سطح پر کون سی عیسائی حکومت ایسی ہے جو ان اصولوں پر عمل کرتی ہو؟ یا انفرادی سطح پر کوئی ایسا عیسائی دکھا سکتے ہیں جس کو ایک گال پر چانٹا مارا گیا ہو اور اس نے دوسرا گال بھی پیش کر دیا ہو کہ یہ لو اس پر بھی طمانچہ مار دو؟ عیسائیت کی دو ہزار سالہ تاریخ میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی دشمن نے ایک شہر پر قبضہ کیا ہو اور عیسائیوں نے دوسرا شہر بھی خالی کر دیا ہو؟ کسی چور ڈاکو نے ایک کمرے میں ڈاکہ ڈالا ہو اس کے سامنے دوسرا کمرہ بھی کھول دیا گیا ہو؟ ایسا کبھی نہیں ہوا اور عملاً ایسا ہو تا بھی نہیں، اس معاملے میں بھی ان کو آخر کار اسلام کے دامن میں پناہ لینا پڑی۔

فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡكُمۡ [43]

عیسائیت نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ جن اخلاقی اصولوں پر انہیں بڑا فخر ہے وہ ہمیشہ کیلیے قابل عمل نہیں ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اس کے اصول ہمیشہ کیلیے قابل عمل ہیں. عیسائیت کا اصول ہے کہ تم اپنے دشمن سے بھی

---

[42] لوقا، ۶ : ۲۷ ۔ ۳۲،(لاہور: بائبل سوسائٹی انار کلی،)

[43] البقرہ:۱۹۴

محبت کروں۔ لیکن دشمن سے کیسے محبت کرنی ہے؟ اس کا کوئی اصول موجود نہیں ! یہاں اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ برے انسان سے نفرت نہ کرو بلکہ اس کی برائی سے نفرت کرو۔ یہاں تک کہ وہ اس برائی کو چھوڑ دے، مثال کے طور پر آنحضور ﷺ کا فرمان ہے:

انصر اخاك ظالما او مظلوما ۔۔۔ الخ[44]

"تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے ظالم کی کیسے مدد کریں آپ ﷺ نے فرمایا ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک دو یہ اس کی مدد ہے اس طرح ظالم گناہ سے بچ کر اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا اور مظلوم اس کے ظلم سے محفوظ ہو جائیں گے۔"

اسلام دین فطرت ہے۔ جو لوگ دین اسلام کو قبول کرتے ہیں تو پہلے ان کی روحیں اسلام کے نور سے منور اور مسحور ہوتی ہیں پھر دل مفتوح ہو جاتے ہیں دین اسلام کے ماننے والے فضاؤں میں نہیں رہتے وہ بھی دیگر انسانوں کی طرح اس زمین پر ہی بستے ہیں جب زمینوں پر بسنے والوں کے دل اسلام فتح کرتا ہے تو زمینیں، دریا اور پہاڑ خود بخود مفتوح ہو جاتے ہیں کیونکہ خالق کائنات نے ساری چیزیں انسانوں کیلیے پیدا کیں ہیں نہ کہ انسان ان چیزوں کیلیے پیدا کیے گئے ہیں، انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری کیلیے پیدا کیا گیا ہے:

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[45]

دین اسلام انسانوں کو اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین اسلام دنیا میں امن اور خوشحالی قائم کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کیلیے حکم دیتا ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ[46]

"اور تم ان کافروں سے لڑو اس حد تک فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے۔"

آفتاب اسلام کے دور عروج میں (اسلام کے مفتوحہ علاقوں میں) تو دنیا امن کا گہوارہ تھی، ظلم وستم کا خاتمہ ہو رہا تھا، ظلم کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت خود آگے بڑھ کر اسلام کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کر رہی تھی۔ شرقا

---

[44] الجامع الصحیح للبخاری ،کتاب المظالم،باب اعن اخاک ظالمااومظلوما(۲۴۴)؛الجامع الصحیح للمسلم،**کتاب البروالصلہ**،باب نصراخاک ظالمااومظلوما،(۶۵۲۵)الجامع للترمذی، محمد بن عیسی،(داراحیا التراث العربی ۲۰۰۰م)، ابواب الفتن حدیث: ۲۲۵۵

[45] **الذاریات: ۵۶**

[46] **الانفال: ۳۹**

غربا بڑی تیزی سے فتوحات ہو رہی تھیں، اس کے نتیجے میں اک نیا تمدن، نئی تہذیب، علم کی روشنی، اور انسانی اقدار کا فروغ وجود میں آیا اور ایسا معاشرہ وجود میں جو ہر طرح کی زیادتیوں سے پاک تھا۔ اس میں سیاسی جبر، معاشی استحصال نہیں تھا، اس میں کوئی سماجی فرق و تفاوت نہیں تھا اور کوئی اونچ نیچ نہیں تھی یہ منظر چشم فلک نے اسلام کے سایہ عافطت میں ہی دیکھا ہے کہ ظلم کے ستاہوئے عوام خود مسلمانوں کو حملے کی دعوت دیتے تھے[47]۔ اسی طرح رومن ایمپائر کے خلاف جنگوں میں رومی سلطنت کے امراء اور رؤوسا جو کہ مذھباً عیسائی تھے۔ مسلمان فوج کے اخلاق سے متاثر اور گرویدہ ہو کر اپنی افواج کے خلاف حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو خبریں پہنچایا کرتے تھے اور اپنی فوج کے حملوں کی منصوبہ بندی سے آگاہ کرتے تھے۔[48]

مقام رسالت، تشکیل ریاست اور جہاد:

رچرڈ بونی لکھتا ہے محمد (ﷺ) نے اپنے دور رسالت میں جو سیاسی اقدامات کیے تھے وہ اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے تھے وہ اس لیے نہیں کہ ان کو بنیاد بنا کر جہاد کیا جائے۔[49]

قرآن حکیم نبی کریم ﷺ کو ایک مستقل اور ہمیشہ ہمیش کے لیے ایک راہبر و راہنما کی حیثیت سے پیش کرتا ہے, ان کی پیروی کا حکم دیتا ہے اور ان کی زندگی کو قیامت تک کے لیے نمونہ تقلید قرار دیتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ اللہ کی محبت رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[50]

"اے نبی ﷺ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کی محبت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

---

[47] تاریخ شاہد ہے کہ سپین کے عوام نے اپنے کنگ راڈرک (King Radrak) کے مظالم کے خلاف افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر سے فریاد کی اور اسے سپین پر حملہ کرنے کی دعوت دی،

Rein Hart Dosy,Spanish Islam,A History of The Moslems in Span, Create space independent publishing October 23/ 20014, 230.231

[48] البلاذری، احمد بن یحیٰ، **فتوح البلدان**، (بیروت: دارالکتب العربیہ، ۱۹۸۷ء)، ۱۴۳

[49] Jihad from Quran to bin Laden, 32.

[50] آل عمران: ۳۱

اگر آپ ﷺ کے سیاسی اقدامات اس دور کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتے اور وہ جہاد کی بنیاد نہ ہوتے، قرآن کریم آنحضور ﷺ کو قیامت تک کے لیے نمونہ عمل کیوں قرار دیتا؟ غزوہ احزاب کے موقعہ پر جب حالات انتہائی کٹھن اور مشکل تھے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (اور آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے تھے) ایسے وقت کی جدوجہد کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ[51]

"تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ تقلید ہے ہر اس شخص کے لیے جو یوم آخرت میں اللہ سے ملاقات کا امیدوار ہے۔"

"پس تم جہاد میں اور صبر و ثبات میں اس کی پیروی کرو، ہمارا یہ پیغمبر جہاد میں بھوکا رہا حتیٰ کہ اسے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے اس کا چہرہ زخمی ہو گیا اس کا رباعی دانت ٹوٹ گیا، خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی اور تقریباً ایک مہنیہ دشمن کے سامنے سینہ سپر رہا۔ یہ آیت اگرچہ جنگ احزاب کے ضمن میں نازل ہوئی ہے جس میں جنگ کے موقع پر بطور خاص رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنے اور اس کی اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ کے تمام اقوال وافعال کی ہر حالت میں مسلمانوں کے لیے اقتداء ضروری ہے"[52]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ[53]

" اور جو کچھ رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دے تم رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

آنحضور ﷺ کی احادیث سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[51] الاحزاب: ۲۱

[52] القرآن الکریم۔۔۔ تفسیر الی اللغۃ الاردیہ: مجمع الملک فھد، ۱۱۷۲

[53] الحشر: ۷

أَیَحسَبُ اَحَدُکُم مُتّكِءًا علی اَاَرِیکَتِہٖ قَدیَظُنُّ اِنَّ اللّٰہ لَایُحَرِّمُ شَیءًا اِلّامَافِی ھٰذَا القُرآن وإنّی اَلاوَاللّٰہ قَد وَعَظتُ وَاُمِرتُ وَنَھَیتُ عَن اَشیَاءٍ اِنّھَا کَمِثلِ القُرآنِ اَواَکثَر۔۔۔[54]

”کیا تم میں سے کوئی تخت غرور پر بیٹھا سمجھ رہا ہے کہ کب اللہ تعالیٰ نے سوائے ان چیزوں کے جو قرآن میں حرام کی گئی ہیں کوئی اور چیز حرام نہیں کی خدا کی قسم میں جو کچھ تم کو نصیحت کرتا ہوں اور جو امر و نہی کے احکام دیتا ہوں وہ بھی قرآن کی طرح یا اس سے زیادہ ہیں۔“

قرآن حکیم کی مجموعی تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے تو واضح ہو گا کہ اس نے آپ ﷺ کی شخصیت کو حیات اسلامی کے لیے مستقل راہنما اور مؤثر قائد کی حیثیت سے مختلف پیرایوں میں پیش کیا ہے۔ قرآنی نصوص واشارات سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور ﷺ مزکی، مربی، معلم، حاکم، قاضی بھی تھے اور سپہ سالار بھی۔ آپ ﷺ نے افراد کی تربیت کر کے ان کو منظم جماعت کی شکل دی اور ایک ریاست قائم کی، حضور ﷺ نے جس صالح معاشرے کی بنیاد رکھی وہ ایک مثالی معاشرہ تھا اسے آنے والے ہر دور کے لیے بطور مثال پیش ہوتا تھا، اسی لیے آپ ﷺ سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی کے تمام اہم تقاضوں کو پورا کیا۔[55]

اسلامی ریاست کی تشکیل:

اسلامی ریاست کا قیام دین حق کے نفاذ کے لیے نہایت ضروری امر ہے، یہ بات ابتدائے اسلام ہی سے رسول اللہ کے پروگرام میں شامل تھی۔ مستشرقین کے دیکھا دیکھی یہ بات مسلمانوں نے بھی کہنی شروع کر دی ہے کہ اسلام میں مسلم ریاست کا قیام غیر ضروری ہے۔ ”حالانکہ یہ بڑی جسارت اور گستاخی کی معلوم ہوتی ہے بلکہ شاید کافرانہ قسم کی بات ہے۔“[56]

نبی اکرم حضرت محمد ﷺ دنیا میں دین اور دنیا دونوں کی رحمتیں اور برکتیں لے کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف آسمانی بادشاہت کی خوشخبری دی بلکہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بادشاہت کی بھی بشارت دی تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے دین حق کے نفاذ کے لیے قانون الٰہی کے مطابق جدوجہد کی جا سکے۔ قرآن مجید میں

54سنن ابی داؤد، **کتاب الخراج والامارہ والفیء**، باب تعشیر اھل الذمہ، حدیث: ۳۰۵۰

55علوی، ڈاکٹر خالد، حفاظت حدیث (الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۱م)، ۵۳-۵۴

56غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، م **حاضرات فقہ**، آٹھواں خطبہ، اکتوبر ۲۰۰۴، اسلام کا دستوری اور قانونی دستور، (الفیصل ناشران کتب س ن)، ۳۶۶

بے شمار آیات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اقتدار کے شرف سے نوازتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــًٔا[57]

"اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کو زمین میں حاکم بنائے گا جیسا کہ اس نے حاکم بنایا تھا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو جس کو اس نے ان کو واسطے پسند کیا ہے۔ تمکنت دے گا اور ان کو اس بدامنی کی جگہ امن دے گا، پھر وہ میری بندگی کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

ہجرت مدینہ سے پہلے جو آیات نازل ہوئیں ان میں رسول اللہ کو دعا سکھائی گئی "وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلطَانًا نَّصِيرًا" اے اللہ کسی ایسی حکومت کو میرا مددگار بنادے جو (دین حق کے نفاذ) اس کام میں میری مدد کرے۔ قرآن حکیم میں کتنے ہی ایسے انبیاء کا ذکر آیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اقتدار و حکومت سے نوازا جیسے: حضرت یوسفؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ اور موسیٰؑ اور فرمایا فبهداهم اقتده [58] اور آپ ﷺ بھی ان کے طریقے پر چلیے۔ مکہ کے ابتدائی دور میں جب آنحضور ﷺ اسلام کی دعوت کے لیے قبائل عرب کے مختلف اجتماعات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے تو آپؐ فرماتے تھے، میں جس چیز کی دعوت دے رہا ہوں اس کو قبول کرلو تو اللہ تعالیٰ عرب وعجم کے خزانے کھول دے گا، یہ بات آپ نے بارہا ارشاد فرمائی اور جب کفار مکہ نے آپ ﷺ کے چچا سے شکایت کہ اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی دعوت سے باز رکھو، تو آپؐ نے جواب میں فرمایا "اے چچا اُرِيدُ كلمة واحدة تعطونيها تملكون بها العرب وتدين لكم بها العجم"[59] میں ان سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ یہ ایک کلمہ کو مان لیں تو سارے عرب ان کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور عجم ان کے سامنے جھک جائیں گے، گویا دین حق کے بیج میں یہ

---

[57] النور: ۵۵

[58] الانعام: ۹۰

[59] ابن ہشام، ابو محمد، عبد الملک، سیرۃ النبویہ، (بیروت: دار الکتب العربی، ۲۰۰۵م)، ۲: ۸۲

ثمرات پہلے دن ہی سے موجود تھے جس کا تذکرہ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً فرمایا کرتے تھے، جس میں عرب کے ہمراہ عجم کی فتوحات کا تخیل بھی موجود تھا۔ چنانچہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر جب یہ بات طے ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت کر کے اس کو اپنا مرکز بنائیں گے تو اصحاب مدینہ کے ایک صحابی نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا! جانتے ہو کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ اس بیعت کے نتیجے میں پورے عرب و عجم سے تمہارا اختلاف ہو جائے گا اور تم ایک جنگ مول لے رہے ہو! کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟ سب نے کہاہاں! تیار ہیں، گویا بیعت کرنے والوں کو معلوم تھا کہ وہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہیں۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ایک چٹان پر کلہاڑا مارا تو فرمایا اس میں مجھے قیصر و کسری کے محلات نظر آرہے ہیں۔[60] اس طرح کے ارشارات کا آپ ﷺ کئی بار تذکرہ فرمایا کرتے تھے جن کا مقصد صحابہؓ کو آنے والے وقت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا تھا۔ لہٰذا اقتدار و حکومت منصب نبوت کے خلاف نہیں بلکہ حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے انتہائی ناگزیر ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کہتے ہیں "مسلمانوں میں کوئی ایک بھی صاحب علم ایسا نہیں گزرا، صحابہ کے دور سے لے کر اور انیسویں صدی کے اخیر، بیسویں صدی کے اوائل تک جس نے اسلامی ریاست کو دین کے تقاضوں پر مبنی قرار نہ دیا ہو۔[61]

دین حق کے نفاذ اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے قیام کے لیے اور اس کے نافرمانوں کیخلاف جنگ کرنا تا کہ اللہ کا دین مکمل نافذ ہو جائے، یہ بھی آنحضور کے فرائض نبوت میں شامل ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ[62]

"اور تم جنگ کرو ان سے یہاں تک فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ کا نافذ ہو جائے۔"

دین حق کے نفاذ کیلیے نبی اکرم ﷺ نے جو مدنی ریاست تشکیل دی وہ ہرگز تاریخی حالات کا نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ نبوی مشن کی تکمیل کا ایک ضروری حصہ تھی۔ اسلامی ریاست کی تشکیل کے سارے دانشمندانہ اقدامات جیسے مسجد نبوی کی تعمیر (جس کی حیثیت پارلیمنٹ کی سی تھی) بے سروساماں مہاجرین کی آبادکاری کے لیے رشتہ مؤاخات، مدنی ریاست میں مسلمانوں کے اجتماعی نظم اور معاشرتی ڈھانچہ کے لیے اسلامی تہذیب و تمدن کا اجراء اور مدینہ کے یہودیوں،

---

[60] **طبقات ابن سعد**، (بیروت: دار صادر، دار للطباعہ والنشر، ۱۳۸۴ھ)، ۲۲۲:۱۔۲۲۳

[61] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، **عصر حاضر اور شریعت اسلامی**، لیکچر، اسلامی شریعت اور مسلم معاشرہ ملکی اور انتظامی امور، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی)، ۱۸۷

[62] الانفال: ۳۹

مشرکوں اور منافقین سے ایک معاھدہ (مثاق مدینہ) کر کے اپنی دفاعی پوزیشن کو مضبوط کر لیا ، کیا یہ ساری کاروائیاں تشکیل ریاست کے مراحل نہیں ہیں؟ پھر ہدایت الٰہی کی روشنی میں ایک ہمہ گیر انقلاب کے لیے اپنی کامیاب کوششوں کو تیز تر کر دیا اور ایک مختصر سی مدت میں شبانہ روز جد وجہد کے بعد جزیرہ نما عرب کی حد تک دین اسلام کو غالب کر دیا اور غزوہ تبوک سے عالم دنیا پر غلبہ دین کا اجراء کر دیا۔ یہ سارے کام نبوی مشن کی تکمیل کا حصہ ہیں۔ جہاں تک مشرقین کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ قرآن کریم تو صرف اخلاقی اقدار کا ایک مجموعہ مہیا کرتا ہے نہ کہ ریاستی تشکیل کا ڈھانچہ !اسے مستشرقین کی لاعلمی کہا جائے یا کج فہمی۔۔۔؟ قرآن کریم کے مطابق آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ رہتی دنیا تک لیے رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ[63]

اسلامی ریاست کی تشکیل کا ڈھانچہ آنحضور ﷺ کی مدنی ریاست کی تشکیل سے ہی طے پا گیا تھا جو تمام مسلم امہ کے لیے سیاسی سنت ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو اخلاقی اقدار کا نظام مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبے (یعنی سیاسی، معاشرتی، معاشی سماجی) میں رشد وہدایت کے تمام اصولوں کا سرچشمہ ہے۔ قرآن حکیم کے اخلاقی نظام کے نفاذ کے لیے ایک معاشرہ درکار ہے اور اس معاشرتی نظام میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے اقتدار یعنی حکومت کا سیاسی استحکام اور جہاد فی سبیل اللہ اشد ضروری ہے جس کے بغیر اسلامی نظام کا نفاذ ناممکن ہے انسانی تاریخ میں جس طرح نبی کریم ﷺ نے ہمہ گیر طریقے سے اس نظام کو کامل طریقے سے نافذ کیا، اس کی مثال نہیں ملتی ،اسکا اعتراف مستشرقین نے بھی کیا ہے ۔پروفیسر ڈاکٹر منٹگمری واٹ نے Muhammad at Madina میں آنحضور ﷺ کی تعریف کے لیے جو الفاظ بھی ممکن تھے وہ اس نے superlative ڈگری استعمال کرتے ہوئے لکھے، اپنی کتاب کے دسویں باب (The man and his greatness) کے اختتام میں اس نے آپ ﷺ کو "one of the greatest son of Adam" کا خطاب دیا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"He was the only man in the history who was supremely succesful on both the religious and secular levels"[64]

---

[63] الاحزاب: ٣٦

[64] Michael H. Hart,The 100 A Ranking of the Most Influential Persons in History, A Citadel Press Book USA, 3.

ایچ جی ویلز (H.G Wells) کا شمار آنحضور ﷺ کے شدید مخالفین میں ہوتا ہے لیکن جب وہ آنحضور ﷺ کے اخلاقی وعدل وانصاف پر مشتمل نظام کے نفاذ کے حوالے سے خطبہ حجتہ الوداع کا تذکرہ کرتا ہے تو آپ ﷺ کی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے وہ آپ ﷺ کے الفاظ نقل کرتا ہے۔

''لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقویٰ[65]

''لوگو کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں! اسی طرح کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں، کسی سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔''

''الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب''[66]

''تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔''

ان جملوں کا حوالہ دینے کے بعد وہ لکھتا ہے:

"Although the sermon of human freedom, fraternity and equality were siad before. We find a lot of these serman in Jesus of Nazareth but it must be admitted that it was Muhammad who for the first time in history established a Society based on these principles" [67]

---

[65] احمد بن حنبل، الامام، **المسند**، (بیروت: محقق شعیب الارؤط مؤسسہ الرسالہ، ۱۹۹۱م) **کتاب حدیث رجال من اصحاب النبی ﷺ باب حدیث من اصحاب النبی ﷺ**، حدیث: ۲۳۴۸۹

[66] السنن لالترمذی، **ابواب المناقب**، باب فضل الشام والیمن، ۳۹۵۵

[67] H- G- Wells: "A Concise History of the world" A consize Histort of the world

اسکے دو نئے ایڈیشنز ۱۹۸۰اور ۱۹۹۸ میں اس اقتباس کو تلاش کیا ہے نہیں ملا، ڈاکٹر اسرار کے مطابق ۱۹۵۶ کے ایڈیشن میں یہ عبارت موجود تھی جو کہ دنیا کی قدیم لائبریریوں میں بڑی خستہ حالت میں پایا جاتا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں" جس عبارت کا میں حوالہ دیتا ہوں اس کی کتاب A consize Histort of the world کے نئے ایڈیشن سے اس عبارت کو حسد کی وجہ سے نکال دیا گیا ہے واقعتاً کسی دشمن کی زبان سے اس سے بڑا خراجِ تحسین ممکن نہیں اس لیے کہ ایچ جی ویلز بدترین دشمن ہے اس نے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین سے بھی کہیں زیادہ زہریلے اور کمینگی والے جملے کہے ہیں۔

"اگرچہ انسانی حریت مساوات اور اخوت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت سے مواعظ حسنہ ملتے ہیں لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ صرف محمد عربی ﷺ ہی تھے جنھوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ بالفعل ایک باضابطہ معاشرہ انہی اصولوں پر قائم کرکے دکھایا۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت میں سیدنا مسیح کے اخلاقی مواعظ کا بڑا چرچا ہے لیکن کیا انہوں نے ان مواعظ کی بنیاد پر کوئی ریاست قائم کی؟ کوئی معاشرہ قائم کیا ہے؟ H.G Wells انتہاء درجے کا دشمن (سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین بھی بڑھ کر دشمن ہے) لیکن اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ انسانی تاریخ میں محمد عربی نے ان اصولوں کی بنیاد پر پہلی بار ایسا معاشرہ قائم کرکے دکھایا ہے۔ مستشرقین کے اپنوں کی گواہی سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ قرآن حکیم جو اخلاقی اقدار کا مجموعہ پیش کرتا ہے آنحضور ﷺ نے دنیا کی تاریخ میں پہلی بار باضابطہ اسلامی ریاست تشکیل دیتے ہوئے ان اخلاقی اصولوں پر ایک معاشرہ قائم کیا ہے جس کا لوہا آج پوری دنیا مان رہی ہے اور جس کا انکشاف پورے عالم پر ہو چکا ہے یہ سارے کارنامے جہاد فی سبیل اللہ کی بدولت ممکن ہوئے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ آنحضور ﷺ کے جہادی غزوات کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ:

"آنحضور ﷺ نے قلب و جسم، دعوت و بیان اور سیف و سنان ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے اور آپ ﷺ کا دل، زبان اور ہاتھ ہر لمحہ و ہر لحظہ جہاد میں مصروف رہے۔ مکہ میں اللہ تعالیٰ نے بعثت و رسالت سے نوازا تو حکم دیا۔

وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا[68] "آپ ﷺ (کفار کے ساتھ) اس (قرآن) کے ذریعے بڑا جہاد کریں۔"

آپ ﷺ نے مکہ میں کفار کے ساتھ قرآن مجید کی تبلیغ اور واضح دلائل براھین کے ساتھ جہاد کیا۔ اسی طرح آپؐ کو حکم ملا کہ آپؐ منافقین کے خلاف جہاد کریں۔[69] اگرچہ منافقین کے خلاف کیا جانے والا جہاد کفار کے ساتھ کیے جانے والے جہاد سے کہیں مشکل ہے تاہم آنحضور ﷺ نے منافقین کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی سے جہاد کیا، جہاں حق کے خلاف زبردست مزاحمت اور تکلیف و ایذا رسانی ہو وہاں حق کی حمایت میں کام کرنا افضل جہاد ہے۔

---

[68] الفرقان:۵۲

[69] التوبہ: ۷۳ يايها النبى جاهد الكفار والمنفقين واغلظ عليهم

اس افضل ترین جہاد میں ہمارے آخری نبی آنحضور ﷺ سر فہرست ہیں۔(علامہ ابن قیمؒ جہاد کے مراتب و درجات کی وضاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کامل ترین شخص وہ ہے جو جہاد کے ان تمام مراتب و درجات پر عمل پیرا ہو۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد الرسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں کامل و اکمل ہیں اس لیے کہ آپؐ جہاد کے تمام مراتب پر عمل پیرا رہے اور آپؐ نے اللہ کے راستے میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کا حق ہے آپؐ اپنی بعثت و رسالت سے لے کر وفات تک جہاد ہی کرتے رہے۔[70]

علامہ ابن قیم سلف صالحین کے نمائندہ اور علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ہیں ان کے اس قول کی روشنی میں یہ حقیقت پایہ ثبوت کی حد تک پہنچ چکی ہے کہ آنحضور ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی غلبہ دین حق ہے اور اس کے حصول کے لیے آپ ﷺ ساری زندگی جہاد کیا، اس ضمن میں رچرڈ بونی کے اس قول کیا حثیت ؟ کہ محمد ﷺ کا یہ مقصد عبداللہ بن مبارکؒ کی اس حدیث[71] سے ڈیڑھ سو سال بعد منظر عام پر آیا !! ایسا ہرگز نہیں! آنحضور ﷺ نے ساری زندگی جہاد کیا، فتح مکہ کے بعد بھی جہاد جاری رہا۔ آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے خلفاء راشدین (ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علیؓ) نے بھی اپنے دور خلافت میں جہاد جاری رکھا اور فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وسُنّةِ الْخُلَفاءِ الرّاشِدينِ الْمَهدِيِيّن''[72]

" لازم ہے تم پر (اے مسلمانوں) میری سنت اور خلفاء راشدین جو بھلائی یافتہ اور ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت پر عمل کرنا۔"

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اموی دور میں صحابہ کرامؓ نے ایشائی فتوحات کے بعد افریقہ و یورپ کے ممالک میں غلبہ دین کیلیے جہاد جاری رکھا۔ عباسی و عثمانی ادوار میں رومیوں کے خلاف

---

70 ابن قیم، علامہ، **زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**، (مکتبہ و مطبعہ محمد علی صبیح و الاولادہ بمیدان الازھر س ن)، ۳: ۵ تا ۱۱ سے ملخص ہے۔

71 حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی اس حدیث کو بنیاد بنا کر مستشرقین نے جو بھی اعتراضات کئے ہیں ان کا مفصل جواب انشاءاللہ آئندہ مقالہ میں مفصل دیا جائے گا۔

72 السنن لابی داؤد: **کتاب ا لسنہ**، باب فی لزوم السنہ۔۔۔(۴۶۰۷)السنن لابن ماجہ،افتتاح الکتاب فی الایمان وفضائل الصحابہ والعلم باب اتباع سنۃ الخلفآء الراشدین المہدییّن(۴۲) ؛**السنن للترمذی**،ابواب العلم،باب ماجآء فی اخذالسنۃ واجتناب البدع(۲۶۷۶)

جہاد جاری رہا۔ جہاد کو قیامت تک کسی بھی طور پر عارضی یا کلی طور پر منسوخ، معطل یا غیر ضروری قرار دینا نہ صرف عقل و شریعت کے منافی ہے بلکہ واقعاتی حقائق کی بھی خلاف ورزی ہے۔

جہاد اعلاء کلمۃ اللہ (غلبہ دین) کیلیے کیا جاتا ہے یا پھر حقوق کے دفاع، ظلم کا بدلہ، مقبوضات کی آزادی، کفر و شرک اور ظلم و تشدد پر مبنی غیر منصفانہ نظام کے خاتمہ وغیرہ کیلیے کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ جب تک یہ صورتیں پیدا ہوتی رہیں گی تب تک جہاد بھی انشاء اللہ جاری رہے گا۔

حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لن يبرح هذا الدين قائما يقاتل عليه عصابة من المسلمين يقوم الساعة''[73]

"یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس دین کیلیے مسلمانوں کی کوئی ایک جماعت قیامت تک قتال کرتی رہے گی۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَلجِهادُ مَاضٍ مُنذُ بَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِلٰی اَن یُّقاتِلِ آخِرَ اُمّتی الدَّجّالَ لَا یُبطلُه جَورُ جَائرٍ وَلَا عَدلُ عَادِلٍ''[74]

"جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تب سے لے کر اس وقت تک جہاد جاری رہے گا جب میری امت کا آخری فرد دجال سے لڑائی کرے گا کسی جابر (بادشاہ) کا جبر اور کسی عادل (بادشاہ) کا عدل جہاد کو باطل نہیں کر سکتا۔[75]

---

[73] الجامع الصحيح للمسلم، **كتاب الاماره**، باب قوله ﷺ لا تزال من امتی---- **حدیث:۹۲۲**

[74] السنن لابی داؤد: كتاب الجهاد، باب الغزومع ائمة الجور (۲۵۲۹)؛ السنن الكبرى للبيهقی، ابواب السير، باب الغزومع ائمة الجور (حيدرآباد: مجلس دائرة المعارف النظاميه الكائنه الهند، ۱۴۰۵)، **۹: ۱۵۶، اس حدیث کے ضمن شیخ البانی کا قول ہے کہ "اسنادہ صعیف فیہ مجھول وان معناہ صحیحا" یعنی اس کی سند ایک مجھول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے تاہم اس کا مفہوم دیگر روایات سے ثابت ہے لہٰذا اس سے اس حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔ المشکاۃ از البانی: کتاب الایمان حدیث نمبر ۵۹: ضعیف ابی داؤد حدیث نمبر ۵۴۴**

[75] "جہاد تا قیامت تک جاری رہنے کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ صور پھونکے جانے تک جہاد جاری رہے گا بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قرب قیامت تک جہاد جاری رہے گا اس لئے کہ روایات میں یہ صراحت تو موجود ہے کہ دجال کے خروج تک جہاد جاری رہے گا اور خود حضرت عیسیٰؑ بھی دجال کے لشکروں کے خلاف جہاد کریں گے"۔ **اسلام میں تصور جہاد اور دورِ حاضر میں عمل جہاد، ۲۹۶**

مقالہ کے اہم نکات:

اس مقالہ کی بحث کے نمایاں اہم نکات یہ ہیں کہ مستشرقین کے مطابق محمد ﷺ ایک روحانی پیشوا تھے نہ کہ کوئی سیاسی لیڈر؟ اورانہوں نے صرف دفاعی جنگ کی تھی یا صرف اس صورت میں کہ جب جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ پیغمبر کو لوگوں کے درمیان امن اور خوشحالی قائم کرنے کیلیے مبعوث کیا گیا ہے اور انہیں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وہ جنگ کی سنت قائم کریں گے یہ ایک احمقانہ تضاد ہے۔ اسلام کو دنیا میں ایک خود مختار روحانی طاقت کے طور پر ترقی کرنا چاہیے جو انسانوں کے دلوں اور روحوں کو فتح کرے۔۔۔ ان کا دعوی ہے کہ رسول نے امت مسلمہ کے لیے کوئی سیاسی سنت نہیں چھوڑی کیونکہ نبوت اور بادشاہت دو بالکل مختلف شعبے ہیں۔ ان کے نزدیک محمد ﷺ نے جو ریاست تشکیل دی تھی وہ تاریخی حالات کا نتیجہ تھا کیونکہ قرآن تو صرف اخلاقی اقدار کا ایک مجموعہ مہیا کرتا ہے نہ کہ ریاستی تشکیل کا ڈھانچہ؟

روحانی لحاظ سے آنحضور ﷺ سید الانبیاء ہیں اور سیاسی لحاظ سے آپ ﷺ ایک مثالی کامیاب حکمران ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات یہ نشاندہی کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حاکم ہیں، یہ فرما روائی کا منصب آپ ﷺ کو بحیثیت رسول عطا ہوا ہے۔ گذشتہ آسمانی کتب اور قرآن حکیم سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ نبوت حکمرانی کے منافی نہیں۔ دنیا میں امن اور خوشحالی کے قیام کے لیے باطل کا خاتمہ اور جنگ (قتال فی سبیل اللہ) لازمی ہے۔ مستشرقین میں سے معتدل اہل علم ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی تحقیق اس نتیجے سے ہمکنار ہو گئی: "پوری انسانی تاریخ میں صرف اور صرف ایک ہی انسان (the only man) جو دونوں میدانوں میں (روحانی اور سیاسی) انتہائی کامیاب اور انتہائی بلندی پر ہے"۔ آپ ﷺ نے نہ صرف آسمانی بادشاہت کی خوشخبری دی بلکہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بادشاہت کی بھی بشارت دی تاکہ اللہ کے دین کی بادشاہت کے نفاذ کے لیے قانون الٰہی کے مطابق جدوجہد کی جا سکے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے باطل کے خاتمے کے لیے اقدامی جہاد بھی کرتے رہے۔

اس ضمن میں مستشرقین کے ہی بعض اہل علم کا بھی اعتراف ہے کی محمد ﷺ نے انتہائی نامساعد حالات میں ایک عظیم الشان ریاست تشکیل دی اور انہی میں سے ڈاکٹر منٹگمری واٹ نے آپ ﷺ کو "one of the greatest son of Adam" کا خطاب دیا ہے۔ آپؐ کی قائم کردہ ریاست کی بنیاد وحدت نسل انسانی پر تھی اور آپؐ کا ریاستی تشکیل کا یہ طریق کار مسلم امہ کے لیے سیاسی (ڈھانچہ) سنت ہے۔

نتائج بحث:

یہ مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اقتدار و حکومت منصب نبوت کے منافی نہیں بلکہ حکومت الٰہیہ کے نفاذ کا ایک ذریعہ ہے۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد اللہ کے دین کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا ہے، اس سلسلہء نبوت کی تکمیل محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوئی اور انبیاء میں سے صرف آپؐ ہی کا مقام ہے کہ جن کی بعثت کا مقصد دین حق کو پورے نظام زندگی پر (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ) غالب کرنا ہے۔ اسلام دین و دنیا کا مذہب جس کے عملی قیام و نفاذ کے لیے (خود مختار روحانی ترقی) باطل قوتوں کا خاتمہ ضروری ہے، جس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ (جنگ یعنی قتال فی سبیل اللہ) لازمی امر ہے۔ انسانی تاریخ شاہد ہے کہ دین اسلام نے دنیا میں اپنے دور عروج میں دین و دنیا کی ترقی کرتے ہوئے عظیم الشان منازل طے کرتے ہوئے لوگوں کے دلوں کو ان کے مسکنوں سمیت فتح کرکے ان پر اسطرح حکمرانی کی کہ دنیا امن کا گہوارہ بن گئی۔ مستشرقین کو چاہئے کہ وہ اپنے خیر سگالی کے مشوروں سے مسلم امہ کو نوازنے کی بجائے اپنے آقاؤں امریکہ اور یورپ کو دیں تاکہ دنیا کو ان کے ظالمانہ شکنجوں سے نجات ملے۔

آنحضور ﷺ نے جو اسلامی ریاست تشکیل دی تھی وہ کوئی تاریخی حالات کا نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ دین حق کے نفاذ اور نبوی مشن کی تکمیل کا جزو لاینفک ہے۔ اسلام کی (شریعت) اخلاقی اقدار کا نفاذ ریاست کی تشکیل سے ہی ممکن ہے اور اسلامی ریاست کی تشکیل کا ڈھانچہ آنحضور ﷺ کی مدنی ریاست کی تشکیل سے ہی طے پاگیا تھا جو تمام مسلم امہ کے لیے سیاسی سنت ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ رہتی دنیا تک لیے رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ)

آنحضور ﷺ کی ساری حیات طیبہ دین اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد فی سبیل اللہ پر مبنی ہے۔ آپ ﷺ کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے مسلمان مجاہدین قیامت تک جہاد جاری رکھیں گے۔ انشاء اللہ!

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین